حضرت مصلح موعودؓ آلِ داوٗدؑ

انصر رضا
مبلّغ ومربی احمدیہ مسلم جماعت وان، کینیڈا

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاں تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات کا مظہر قرار دیتے ہوئے ''جری اللہ فی حلل الانبیاء'' کا لقب عطا فرمایا وہاں بعض انبیاء علیہم السلام کے نام امتیازی طور بھی الہامًا عطا فرمائے۔ان میں سے ایک نام ''داوٗد'' بھی ہے۔آپؑ کو اس نام سے پکارتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا داؤد عامل بالناس رفقًا و احسانًا۔اے داوٗد لوگوں سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاملہ کر۔(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 60)حضورؑ اس بارے میں مزید فرماتے ہیں: ''اسی طرح خدا نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام داوٗد بھی رکھا'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔صفحہ 89۔روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 116)۔براہین احمدیہ حصہ پنجم۔صفحہ 103۔روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 133 میں درج اپنے شعری کلام میں حضورؑ فرماتے ہیں:

اک شجر ہوں جس کو داوٗدی صفت کے پھل لگے　　　میں ہوا داوٗد اور جالوت ہے میرا شکار

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داوٗد علیہ السلام کا ذکر ان کے اولوالعزم بیٹے، ان کی سلطنت کے وارث اور انہی کی مانند ایک عظیم الشان نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایک بے مثال سلطنت وحکومت کے ساتھ ساتھ علم و حکمت سے بھی نوازا تھا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (سورۃ ص.38:21)اور اس کی سلطنت کو ہم نے مضبوط کر دیا اور اسے حکمت اور فیصلہ کن کلام بخشے۔بائبل میں بھی ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو زبردست علم وحکمت سے نوازا۔

> ''خدا نے سلیمان کو سمندر کے کنارے کی ریت کی طرح کثرت سے حکمت، شعور اور قوتِ امتیاز عطا کی تھی۔اس کی حکمت اہل مشرق کی حکمت سے زیادہ تھی اور مصر کی تمام حکمت سے بڑھ کر تھی۔وہ ہر ایک آدمی سے بلکہ ایتان ازراحی سے بھی زیادہ عقلمند اور بنی محول کے ہیمان، کل کُول اور دردع سے زیادہ دانشمند تھا اور اس کی شہرت اردگرد کی تمام اقوام میں پھیل گئی۔اس سے تین ہزار کہاوتیں اور ایک ہزار پانچ گیت منسوب تھے۔

اس نے درختوں کا یعنی لبنان کے دیودار سے لے کر زُوفا تک کا جو دیواروں پر اُگتا ہے، بیان کیا ہے۔اس نے چرندوں اور پرندوں، رینگنے والے جانداروں اور مچھلیوں کے متعلق بھی تعلیم دی ہے۔اور اس کی حکمت کی شہرت سن کر دنیا کے تمام بادشاہوں کی طرف سے تمام اقوام کے لوگ سلیمان کے حکیمانہ اقوال سننے آتے تھے۔''(1 سلاطین باب 4 فقرات 34-29)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک دعا قرآنِ کریم میں اس طرح بیان ہوئی ہے: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكاً لَّا يَنبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ (سورۃ ص۔38:36) اور کہا اے میرے ربّ! مجھے بخش دے اور مجھے ایک ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد اس پر اور کوئی نہ جچے۔یقیناً تو ہی بے انتہا عطا کرنے والا ہے۔ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک مضبوط سلطنت، حکمت اور فیصلہ کن کلام بخشے جانے کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے کو ان جیسی سلطنت اور شان و شوکت عطا نہیں ہوئی۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اگرچہ یروشلم کی بنیاد تو نہیں رکھی لیکن یہاں پر ہیکل اور دیگر تعمیرات کے ذریعہ اسے ایک بنیادی حیثیت عطا کی۔

کفر اور اپنے باپ کے راستہ سے ہٹنے کا الزام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ایک اور بات اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتائی کہ ان پر کفر اور اپنے عظیم باپ حضرت داؤد علیہ السلام کے راستہ سے ہٹ جانے کا الزام لگایا گیا۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا (سورۃ البقرۃ۔2:103) اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ وہ شیاطین تھے جنہوں نے کفر کیا۔ بائیبل سے بھی قرآنِ کریم کی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے، نعوذ باللہ، اپنے باپ حضرت داؤد علیہ السلام کا راستہ ترک کر دیا اور کفر کا راستہ اختیار کر لیا۔

''کیونکہ جب سلیمان بوڑھا ہو گیا تو اُس کی بیویوں نے اُس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل پوری طرح خداوند اپنے خدا کا وفادار نہ رہا جیسے اُس کے باپ داؤد کا دل تھا۔کیونکہ وہ صیدانیوں کی دیودی عستارات اور عمّونیوں کے نہایت مکروہ دیوتا مولِک کی پیروی کرنے لگا۔لہٰذا سلیمان نے خداوند کی نظر میں بدی کی۔اس نے سچّے دل سے خداوند کی پیروی نہ کی جیسے اُس کے باپ داؤد نے کی تھی۔''
(سلاطین باب 11 فقرات 6-4)

آلِ داؤد

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو داؤد کہہ کر پکارا۔ چنانچہ داؤد کو ایک سلیمان بھی عطا ہونا چاہئے تھا۔ اس سلسلہ میں سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی یہ تحریر قابل توجہ ہے:

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مئی 1908ء میں فوت ہوئے تھے۔ غالبًا آپ کی وفات کے ایک ماہ بعد کی بات ہے کہ مجھے الہام ہوا:۔ اِعۡمَلُوۡٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکۡرًا ۔اے داؤد کی نسل شکر گزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور اعمال بجالاؤ۔ اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے لفظ سلیمان تو استعمال نہیں فرمایا مگر آلِ داؤد کہہ کر حضرت سلیمانؑ کی بعض خصوصیات کا مجھ کو وعدہ دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اُن باتوں میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جو ہمیشہ لوگوں کے لئے اضطراب کا موجب رہی ہے مجھ پر ابتدائی زمانہ ہی میں کھول دی تھی اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس میں یہ بھی پیشگوئی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت کے مقام پر مجھ کو کھڑا کیا جائے گا اور ان مشکلات کا بھی اس میں ذکر تھا جو میرے راستہ میں آنے والی تھیں۔ چونکہ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ تکالیف اور اعتراضات سے گھبراتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ تکالیف اور اعتراضات کوئی بُری چیز نہیں بلکہ آل داؤد ہونے کے لحاظ سے تمہیں ان کا منتظر رہنا چاہئے اور ان سے گھبرانا نہیں چاہئے۔'' تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 66,67)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بھی حضرت مصلح موعودؓ کو ایک ایسے بزرگ سے تشبیہہ دی جن کا نام سلیمان تھا، جو نو جوانی میں خلافت پر فائز ہوئے اور ایک لمبا عرصہ خلیفہ رہے۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

''ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رک نہیں سکا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ 78 برس تک انہوں نے خلافت کی۔ بائیس برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے۔'' (حیاتِ نور۔ باب پنجم صفحہ 398)

حضرت سلیمانؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کی چند مشابہتیں

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی آپس میں کیا مشابہتیں ہیں۔ سب سے پہلی مشابہت خداداد علم وحکمت میں ہے۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا مکتبی علم نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس پر مستزاد صحت

کی مسلسل خرابی تھی جس نے ان ظاہری اسباب کا بھی قلع قمع کر دیا جن کی بناء پر کوئی انسان علم حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنّی سے نوازا۔ تفسیر کبیر اور انوار العلوم میں شامل کتابیں آپؓ کے علم وحکمت کی شاہد ہیں۔

دوسری مشابہت یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح آپؓ نے اپنے عظیم الشان باپؑ کے قائم کردہ سلسلہ کو ایک مضبوط نظام کے ذریعہ مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا اور ایک عظیم روحانی سلطنت قائم کی۔ تاریخِ انبیاء علیہم السلام کے دو مشہور باپ بیٹوں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام وحضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام وحضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح آپؓ نے ایک نئے مکّہ اور ایک نئے یروشلم یعنی ربوہ جیسے شہر کو بسایا جہاں سے دنیا بھر میں علم وحکمت کے خزانے تقسیم ہونے لگے اور الحمدللہ اب تک جاری وساری ہیں۔ یہاں یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آپؓ کے مخالفین نے بھی ایک نام نہاد ''خالصتاً احمدیہ بستی'' قائم کرنا چاہی جو خود ان کے اپنے لوگوں کے ہاتھوں لُٹ گئی لیکن سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک بنجر شور زدہ زمین پر بسایا گیا شہر نہ صرف قائم ودائم ہے بلکہ روزافزوں ترقی پذیر ہے۔ لاہوری جماعت کے ایک رکن کرنل سیّد بشیر حسین صاحب اپنے والد صاحب ڈاکٹر سیّد محمد حسین شاہ صاحب کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلم ٹاؤن والی زمین جب آپ نے خریدی تو پچھتر کنال کا ایک قطعہ احمدیہ بستی کے لئے مخصوص کر دیا جو کہ غالباً ایک صد یا پچاس روپیہ فی کنال قیمت پر احمدی برادران کو دے دیا۔ اس بستی کے ناظم ماسٹر فقیر اللہ صاحب مقرر ہوئے۔ ماسوائے مخدوم محمد اشرف صاحب، مولوی غلام مرتضٰی خان صاحب اور میاں محمد صادق صاحب اور ماسٹر فقیر اللہ صاحب جنہوں نے اپنے مکان بنوائے اور ان میں وہ یا ان کے خاندان بس رہے ہیں۔ باقی زمین لوگوں نے غیروں کے پاس منافع پر بیچ دی۔ اس کے علاوہ حضرت امیر قوم اور مولانا عبدالحق صاحب اور دیگر بزرگان نے بھی وہاں مکان بنوائے لیکن حضرت شاہ صاحب کی دلی تڑپ پوری نہ ہوئی اور جماعت کی عدم توجہی سے وہ خالصۃً احمدیہ بستی نہ بن سکی''

(یادرفتگان صفحہ 103)

حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت مصلح موعودؓ کی ایک اور مشابہت یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح حضرت مصلح موعودؓ پر بھی کفر اور اپنے باپؑ کے راستہ سے ہٹنے کا الزام لگایا گیا۔

’’یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کی مخالفت پورے طور پر دب چکی تھی اور قبولیّتِ عامّہ کا شاندار دور روز افزوں ترقی پر تھا۔اس قبولیّت عامّہ میں پہلی روک اس وقت پیدا ہوئی جب مرزا محمود احمد صاحب نے 1911ء میں ایک مضمون بعنوان ’’مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے‘‘ شائع کیا۔۔۔مرزا محمود احمد صاحب نے اس مضمون میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے قطعی ارشادات اور جماعت کے متفقہ مسلک کے خلاف تمام دنیائے اسلام کو جو مامور زمانہ کی بیعت میں داخل نہیں دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا۔۔۔لیکن جب حضرت مولانا نورالدین صاحب کی وفات پر مرزا محمود احمد صاحب اپنی ان دیرینہ مساعی میں کامیاب ہوگئے جو خلافت کے مرغوب و محبوب مرتبہ کے حصول سے تعلق رکھتی تھیں۔اور انہوں نے اپنے غالیانہ معتقدات کی نشر و اشاعت شروع کردی تو تمام سوئے ہوئے فتنے جاگ اٹھے اور روز افزوں قبولیت کے برعکس روز افزوں منافرت کی طوفان خیز لہریں ترقی کرنے لگیں۔۔۔یہ سلسلہ وار تاریخی حقائق واضح کردیتے ہیں اس تحریک کے عروج کے راستہ میں مرزا محمود احمد صاحب کی شخصیّت کتنی زبردست روک ثابت ہوئی ہے۔اگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کے مسلک پر قائم رہتے تو کیسے ممکن تھا کہ تحریک احمدیت عزت و عظمت کے اس مقام سے گرتی جس پر وہ مرزا محمود احمد صاحب کے دورِ خلافت سے قبل پہنچ چکی تھی۔مرزا محمود احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کی ایک ہی وصیّت کو نہیں بدلا۔ان تمام اصولوں کو بدل دیا جو درحقیقت اس تحریک کی جان تھے اور اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ آج ہمارے سامنے ہے۔‘‘ (مقدمہ ۔تحریک احمدیت اور علاّمہ اقبال از سیّد اختر حسین گیلانی رکن ادارۂ تبلیغ و رکن مجلس معتمدین احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ غیر مبائعین نے جو الزامات حضرت مصلح موعودؓ پر لگائے وہی الزام غیر احمدی مخالفین سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگا چکے ہیں۔مندرجہ بالا عبارت میں ایک لاہوری عالم نے حضرت مصلح موعودؓ پر جہاں یہ الزام لگایا کہ وہ اپنے باپؑ کے راستے سے ہٹ گئے وہاں ان پر یہ الزام بھی عائد کیا کہ انہوں نے غیر احمدیوں پر فتویٰ کفر عائد کر کے انہیں احمدیت سے متنفّر کرتے ہوئے مخالف بنالیا۔بعینہٖ یہی الزام ایک غیر احمدی مکفّر شورش کاشمیری نے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لگایا کہ انہوں نے عیسائیوں اور آریوں پر حملے کر کے انہیں اسلام، قرآن اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف بدزبانی پر مجبور کردیا۔

’’ہندوؤں میں آریہ سماج ایک پروگریسو فرقہ اٹھ رہا تھا، سوامی دیانند اس کے بانی تھے۔میرزا صاحب نے اس فرقہ کو ہدف بنا کر ہندو دھرم پر رکیک حملے کئے۔نتیجۃً آریہ سماج نے رسول اکرمؐ اور قرآن و اسلام کے خلاف دریدہ دہنی کا آغاز کیا۔اسی طرح میرزا صاحب نے عیسائی مشنریوں کے خلاف یُدھ رچایا۔حضرت مسیح سے متعلق نازیبا زبان استعمال کر کے محمد عربی (فداہ اُمی و ابی) کے خلاف مشنریوں کی زبان کھلوائی؛ نتیجۃً پنجاب کے مسلمان جہاد سے روگردان ہوکر ہندو دھرم اور عیسائی مذہب سے نبرد آزما ہوگئے۔‘‘ (تحریک ختم

نبوت۔صفحہ:24)

''مرزا صاحب نے آریوں اور عیسائیوں کے خلاف محاذ قائم کیا تو اس کا مقصد مسلمانوں اور ہندوؤں میں انگریز کی سیاست کے مطابق تنفّر و تصادم پیدا کرنا تھا۔ میرزا صاحب گل کھلانے میں کامیاب ہوگئے۔ ہندو مسلم فساد کی نیو رکھی۔ دوسرا عیسائیوں سے مناظرہ محض مناظرہ ہوتا تو گوارا تھا لیکن مرزا صاحب نے حضرت مسیحؑ کے خلاف دریدہ دہنی کا انبار لگا دیا۔ حضرت مریم کی اہانت کی۔ اس سے پادریوں کو رسول کریم کے خلاف یاوہ گوئی کا حوصلہ ہوا اور قرآن و سیرت کے خلاف رکیک سے رکیک زبان استعمال کی'' (تحریک ختم نبوت۔صفحہ:29)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دور کی ایک حکمران خاتون ملکہ سبا کو، جس کا نام قرآن میں بلقیس بیان کیا گیا ہے، ایک تبلیغی خط لکھا۔ اسی طرح سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دور کے چند حکمرانوں کے ساتھ ساتھ والیہ بھوپال سلطان جہاں بیگم صاحبہ کو بھی تبلیغی خط لکھے۔

آخر میں سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جس میں حضورؓ پوری جماعت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے نقش قدم پر چلنے کی نصیحت فرماتے ہیں کہ احبابِ جماعت نہ صرف خود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عاشق بنیں بلکہ پوری دنیا کو ان کا عاشق بنانے کی جدوجہد کرنے کے لئے نکلیں۔ حضورؓ فرماتے ہیں:

''حضرت سلیمانؑ کی وہ پیشگوئی جو میں نے جلسہ سالانہ پر بیان کی تھی کتنی عشق سے لبریز ہے۔ کہتے ہیں۔ ''اے یروشلم کی بیٹیو! یہ میرا پیارا یہ میرا جانی ہے۔'' یہی عاشق کی علامت ہوتی ہے وہ جاتا ہے اور دم نہیں لیتا جب تک سب کو اُس کا دیوانہ نہ بنا دے۔ پس نکلو نہ اس نیت سے کہ تم نے لوگوں کے سامنے وفاتِ مسیح یا صداقتِ مسیح موعود کا مسئلہ پیش کرنا ہے بلکہ اس لئے کہ اپنے محبوب کے لئے تم نے اور عاشق تلاش کرنے ہیں ورنہ جب تک فلسفیانہ خیالات کا تم پر غلبہ رہے گا تمہیں کامیابی نہیں ہوگی۔ فلسفیانہ دلائل صرف کُفر تک کے لئے ہیں۔ ایمان کے اندر سوز اور عشق کی ضرورت ہوتی ہے جیسے بچپن میں بچے کے لئے چُوسنی کی ضرورت ہوتی ہے مگر بڑے کے لئے نہیں۔'' (اللہ کے راستے میں تکالیف۔انوار العلوم جلد 13 صفحہ 12)